



ماھنامہ المعارف

بیادگار

عاشقِ مصلحِ امت الاحضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ





حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس اللہ سرہ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مارچ ۲۰۲۳ء

شمارہ ۲ جلد ۷



(۱) جامعہ رحیمیہ خیر المدارس

احاطہ مسجد اشرف، دیرامدی گلی، پرنام بٹ

(۲) مدرسہ کلیمیہ (شاخِ جامعہ)

عزیز آباد نزدِ مسجد محمود حضرتؒ، پرنام بٹ

(۳) مدرسۃ الحسنینؓ (شاخِ جامعہ)

(احاطہ مسجدِ علیؓ، زکریا نگر)

(۴) مسجدِ اشرف

دیرامدی گلی، پرنام بٹ

(۵) مسجد حضرت ذاکر رحیمیؒ

صدیق نگر، رشید آباد، پرنام بٹ

(۶) مسجدِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(زکریا نگر، ترے کاڈ)

(۷) مسجد الرضوان

(ترے کاڈ)

(۸) مکاتب اشرفیہ نداء القرآن

(بعد مغرب) احاطہ مسجد اشرف، پرنام بٹ

(۹) مکتب الشاہ فضل الرحیمؒ

(بعد مغرب) احاطہ مسجد ذاکر رحیمیؒ، رشید آباد، پرنام بٹ

(۱۰) مکتب نور القرآن

(بعد مغرب) احاطہ جامع مسجد، پرنام بٹ

(۱۱) مکتب الشیخ ذاکر رحیمیؒ

(بعد مغرب) لالہ پیٹ، پرنام بٹ

(۱۲) مکتب ناعمہ نسوان

(بعد عصر) احاطہ مسجد اشرف، پرنام بٹ

(۱۳) مکتب رحیمیہ فضل القرآن

(بعد عصر) آمنہ گلی، پرنام بٹ

(۱۴) مکتب عبداللہ ابن مسعودؓ

(بعدِ عصر، احاطہ مسجدِ مسعود، پرنام بٹ)

(۱۵) مدرسہ پلّو میراں نسوان

(تعلیمی نگرانی) مدنی گلی، پرنام بٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان





مارچ ۲۰۲۳ء

شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

بیادگار

عاشقِ مُصلحُ الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مُدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مُرتّب

محمد حماد عاطف رحیمی

مجلسِ معاونت

اساتذہ جامعہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

مولانا سہیل احمد

سالانہ زرتعاون



خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.
Email: raheemitrust@gmail.com
A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095
CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

''المعارف'' کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔ (ادارہ)



نگاہِ اوّلیں

مدیر

قداظلکم شہرعظیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡد

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے وہ عظیم الشان موسم بہار جسکا انتظار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی مہینے پہلے سے کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء گو رہتے تھے اَللّٰھُمَّ بَارِكۡ لَنَا فِیۡ رَجَبَ وَ شَعۡبَانَ وَبَلِّغۡنَا رَمَضَانَ۔ (مسند احمد) اے اللہ! رجب اور شعبان کو ہمارے لئے بابرکت بنایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچایئے ایک اور دعاء اس طرح ثابت ہے اَللّٰھُمَّ سَلِّمۡنِیۡ اِلٰی رَمَضَانَ وَسَلِّمۡ لِیۡ رَمَضَانَ وَتَسَلَّمۡہُ مِنِّیۡ مُتَقَبَّلًا۔ (کنزالعمال) یعنی اے اللہ! مجھے رمضان تک سالم رکھ اور رمضان کو میرے لئے سلامتی کا ذریعہ بنا اور اسے میری طرف سے قبول فرما صرف دعاء کے ذریعے نہیں بلکہ اعمال مبارک کے ذریعے بھی اسکا استقبال فرمایا کرتے تھے کہ نوافل اور روزوں کی کثرت فرماتے صدقات کی کثرت فرماتے وغیرہ تاکہ امت مسلمہ اس ماہ مبارک کی عظمت پہچان سکے اور صحیح طور پر اسکی قدر کرلے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زریں ارشادات کی روشنی میں ماہ مبارک کا استقبال اور قبل از وقت تیاری اس طریقہ پر ہو کہ اولیں ساعت میں تمام گناہوں سے اجتناب کا پکا عہد کریں اور پچھلی زندگی کے تعلق سے توبہ واستغفار بھی ہوجائے اکثر گناہوں سے رمضان المبارک میں بفضلِ الٰہی بچنے کی توفیق ہوجاتی ہے اس لئے کہ ربِّ کریم گناہوں کی طاقت یعنی شیطان کو مقید فرماتے ہیں لیکن چونکہ اسکا تربیت یافتہ نفس ابھی بھی ہمارے پاس ہوتا ہے اس لئے کچھ ایسے گناہ جنکو گناہ سمجھنے

کی عادت معاشرے سے ختم ہوتی جارہی ہے جیسے کینہ، حسد، بے جا غصہ، غیبت، جھوٹ، گپ شپ وغیرہ جیسے گناہوں سے بالکلیہ اجتناب نہیں ہوتا جسکی وجہ سے رمضان المبارک کا صحیح معنوں میں ہم فائدہ نہیں اٹھا پاتے ہیں فرمان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ (اپنا حساب خود ہی کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جاوے) کے مطابق قبل رمضان سے ہی پورے اہتمام سے اپنا محاسبہ کیا جائے اور ایسے تمام گناہوں سے اجتناب کی کوشش کریں جب گناہوں سے مکمل پرہیز ہوگا تو قلیل سے قلیل نیک عمل بھی مفید وکارگر ثابت ہوگا ورنہ کثیر نیک اعمال گناہوں کے جھنڈ میں زیادہ مفید نہیں ہوتے بالخصوص اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں سے خود کو پاک رکھنے کی کوشش کیجئے یہی اس خیر خواہی والے ماہ مبارک کا سبق ہے اللہ تعالیٰ کامل صحت وعافیت وتوفیقات کے ساتھ رمضان المبارک گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

شعبان المعظم کی مثال

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ جیسے سورج طلوع ہونے سے بہت پہلے صبح کی سفیدی نمودار ہونا شروع ہوجاتی ہے، اور آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے، حتی کہ پورا سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے سورج نکل آیا ہو، اسی طرح رمضان المبارک کی برکات پندرہ شعبان کی رات سے شروع ہوجاتی ہیں، ان میں روز بروز گویا کہ رمضان المبارک ہی کے انوارات ہوں، پھر جب رمضان المبارک کی پہلی تاریخ آتی ہے تو انوارات کا یہ سورج اپنے رُخ تاباں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے اور ایمان والوں کے دلوں کو منور کرتا ہے، اسی لئے شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے، یعنی کئی کئی دن تک روزے رکھتے، جنہیں فقہائے کرام نے ''صوم وصال'' کا نام دیا ہے۔ (برکات رمضان، ص:۱۸۶)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔

ترجمہ: اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم اور پرورش کرنے والا بہشت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی یعنی یتیم کی پرورش کرنے والے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والے کا بہشت میں اتنا درجہ بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ سے ایسا اتصال ہے جیسے آپس میں ان دو انگلیوں کو۔

یتیم کے مال میں احتیاط

چونکہ عرب میں ابتدائے اسلام میں پوری طرح یتیموں کا حق دینے میں احتیاط نہ تھی اسلئے پہلے قرآن کریم میں یہ حکم ہوا تھا:

''وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (پ:۱۵، بنی اسرائیل) ''یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو اور پھر چوتھے پارہ (سورۂ نساء) میں فرمایا گیا ''اَلْيَتٰمٰى'' یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جس کے سر سے باپ یا ماں کا یا دونوں کا سایہ اُٹھ گیا ہو، باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہوا تو اس کی یتیمی

اور بھی زیادہ قابل رحم ہوجاتی ہے ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ''یعنی جولوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو احکامِ الٰہیہ پر جان قربان کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے ان آیاتِ مذکورہ بالا کے نزول سے سخت خوف زدہ ہوگئے اور جس کے پاس کوئی یتیم بچہ اور اس کا مال تھا اور وہ گھر کے سب آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھا جاتا تھا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ ہر وقت تو اس کی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اس کا شریک ہے وہ دوسرے کے حصہ سے کم ہے یا زیادہ، اگر یتیم کا مال زیادہ ہوگیا تو یہ وعید شدید ہے جو اوپر کی آیت میں فرمائی گئی، اس لئے ان آیات کو سن کر ان صحابہؓ نے جو یتیموں کے والی تھے، ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکواتے اور الگ رکھواتے۔

اور اس طرح یتیم کا مال گل سڑ کر ضائع ہوتا۔تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ احتیاط کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاع ہونے لگے بلکہ احتیاط کی غرض بھی یتیموں کی خیر خواہی ہے جس طرح ان کی خیر خواہی ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۔(سورۃ البقرۃ:۲۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو تم کو

مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

جب یتیموں کے مال کو الگ رکھنے کا حکم ہوا تو اس سے بعض صورتوں میں یتیموں کے نقصان کا اندیشہ ہو، تاکہ کھانے کی چیز بچ رہی تو یا تو وہ یتیم خود دوسرے وقت کھائے یا پھر وہ گل سڑ کر ضائع ہوگیا۔ نیز اس طرح علیٰحدہ انتظام سے اولیاء یتیم کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے ایسے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور پوری بات معلوم کرنے کیلئے یتامیٰ کے بارے میں سوال اُٹھایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، ''اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ'' سے تو یہی علیٰحدگی مراد ہے لیکن پھر ''وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ'' فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

تو اس آیت کے بموجب جو چیز کہ خراب ہونے یا گلنے سڑنے والی ہو اس میں نیک نیتی سے اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے پھر چونکہ نزولِ آیت کے وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے ''اِخْوَانُكُمْ'' یہاں فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا یتیم بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہٖ یہی حکم ہے اور رعایت اور مزید کرنی ہوگی کہ بالغ ہو جانے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اس پر اسلام قبول کرنے کیلئے جبر اور زور ڈالنا جائز نہ ہوگا بلکہ آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔



مولانا امتیاز احمد خطیب

حقیقی آزادی کا ضامن عشرۂ اخیر

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا اول حصہ رحمت درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔

حامدًا و مصلّیًا! ماہِ صیام انتہائی بابرکت ورحمت ہے، کیونکہ اس کی تمام تر گھڑیاں عبادت ہی میں صرف اور گذرتی ہیں، دن کا سارا وقت روزہ کی حالت میں اور رات قیام اللیل میں، اگر کوئی تھوڑی دیر، رات میں سوتا ہے تو بھی اس کی نیت اول وقت جاگنے اور سحری کھانے کی ہی ہوتی ہے، اس نیتِ خیر کی وجہ سے ساری رات بھی عبادت ہی میں شمار ہوگی، لہٰذا رمضان کو مبارک نہ کہیں گے تو پھر کیا کہا جائے گا؟

اس بابرکت ماہ کا تعارف حدیث پاک میں تین حصوں سے فرمایا گیا ہے، (۱) رحمت، (۲) مغفرت، (۳) جہنم سے آزادی۔

اول الذکر رحمت ہے جس کے مستحق وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کی زندگیاں نہایت پاکبازی و پارسائی میں گذرتی ہیں تو ان کے حق میں رمضان کی شروعات ہی باعثِ خیر وبرکت بن جاتی ہے، اور ثانی الذکر مغفرت ہے جس کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کی نیکی اور برائی مخلوط یعنی رلی ملی ہیں، دس دن کے روزے اور قیامِ شب کی برکت سے انہیں معافی اور مغفرت نصیب ہوتی ہے، اور تیسرا ذکر جہنم سے آزادی کا ہے، ایک طبقہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ہے جو سارا سال یادِ خدا سے دور اور غافل رہا،

انسانی طبیعت فطری طور پر آزادی ہی کو پسند کرتی ہے جس کے سبب آدمی زندگی کے ہر موڑ پر آزاد رہنے کو ترجیح دیتا ہے، حالانکہ اس کو دار فانی میں آزادی کبھی میسر نہیں ہے، روحانی آزادی ہے نہ جسمانی، عالم ارواح میں ہماری روح مقید تھی، پھر جب لائی گئی تو انسانی جسم کے قفس میں محبوس کردی گئی، پھر جب اس سے نکالی جاتی ہے تو ملک الموت اپنی نگرانی میں وہیں لوٹا دیتے ہیں جہاں سے آئی تھی، اس سے معلوم ہوا ہماری روح مقید ہے آزاد نہیں ہے۔

اسی طرح جسم انسانی کا بھی حال ہے، اس پر گذرتے ہوئے ادوار پر غور کرو، بجا طور پر واضح ہوگا کہ جسم مقید ہے جیسے جب تک چھوٹے تھے ماں کی گود میں قید تھے، جب چلنا شروع کئے تو باپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے، اور کچھ بڑے ہوئے تو مدرسہ اور اسکول کے قوانین میں جکڑے گئے، جب وہاں سے فراغت ملی تو اب مرد کامل تھے، لہٰذا ایک طرف ذاتی ذمہ داریوں کا بوجھ تو دوسری طرف شریعت مطہرہ کے احکام کے پابند ہوگئے، تو بتاؤ ہمیں آزادی کہاں نصیب ہے؟

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی آزادی دارِ آخرت میں نصیب ہوگی، اسی آزادی کے ہم متوالے بننا چاہئے، وہ آزادی جہنم سے خلاصی پانے کا نام ہے، جس خوش نصیب کو میسر ہو تو وہ کامیاب ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ'' یعنی جس کو دوزخ سے آزاد کردیا گیا اور جنت میں داخلہ دے دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا۔

ایسی حقیقی آزادی دلانے کا ضامن رمضان کا عشرۂ اخیر ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ'' یعنی رمضان کا آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔

رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی گھڑیاں بھٹکی ہوئی انسانیت کیلئے بے ساکھیوں کی طرح ہے، اگر وہ ختم ہوجائے اور حقیقی آزادی نصیب نہ ہو تو سب سے بڑی محرومی اور جبرئیلؑ کی بددعا طوقِ گردن بننے کا اندیشۂ سوء ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ جب آخری عشرہ ہو تو لیلۃ القدر کی تلاش کرو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ طاق راتوں میں جاگ کر معافی ومغفرت طلب کر کے آزادی جہنم

کا پروانہ حاصل کرلو، نیز لیلۃ القدر کو پانے کیلئے آسان اور موثر عمل پورا آخری عشرہ اعتکاف کرلو، گویا اللہ کے در کے بھکاری بن جاؤ، کہ یا اللہ میں تیری خاطر گھر بار کاروبار سب سے منہ موڑ کر آ گیا ہوں مجھے جہنم سے آزادی عطا کر۔

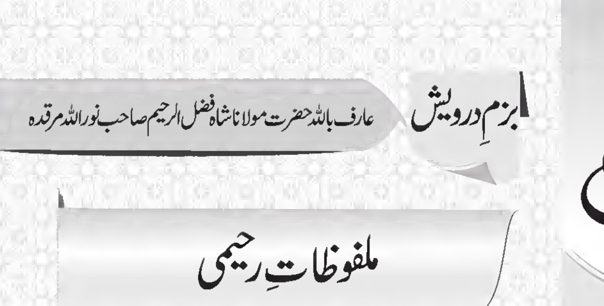
اعتکاف کی اس عظیم عبادت پر شوق بیدار کرنے کیلئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی بڑی فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں، چنانچہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی ایک دن کا اعتکاف اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں، جن کی مسافت آسمان اور زمین کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

ایک دن کی اعتکاف کی برکت کہ جہنم سے اس قدر دوری نصیب ہوگی تو آخری عشرہ بھر اعتکاف کا بدلہ، روزوں کا ثمرہ، قیام اللیل کا ثواب اور دیگر عبادتوں کی کامل جزاء نورٌ علیٰ نور ہوگی، اس طرح جو ماہِ مبارک کو گذارے گا تو وہ گویا ایسا ہو جائے گا جیسے ابھی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔

اللہ تعالیٰ رمضان کے ظاہری و معنوی برکات سے پوری امت کو مالا مال کرے۔ آمین

بقیہ از صفحہ:۲۸ لوگوں نے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا ہے" عرابہؓ کے دو غلام بھی اس کے ساتھ تھے، اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا: "بس یہ دو غلام ہیں، انہیں لے جا"۔ اس شخص نے کہا "خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا، میں ایسا ظالم نہ بنوں گا کہ آپ سے آپ کا آخری غلام بھی لے لوں"۔ عرابہؓ نے کہا "اچھا یہی ہے کہ تم لے لو، ورنہ خدا کی راہ میں آزاد ہیں چاہے تم لے کر اپنے پاس رکھو، یا آزاد کر دو" اس شخص نے مجبوراً دونوں غلاموں کو لیا اور چلا آیا۔ جب تینوں شخص ایک جگہ جمع ہوئے اور اپنا اپنا قصہ سنایا، تو بحث و مشورہ کے بعد عرابہؓ کے حق میں فیصلہ ہوا کہ وہی آج کا سب سے بڑا سخی ہے، کیونکہ اس نے ایسی حالت میں بخشش کی تھی جو اس کا آخری سرمایہ تھا۔





ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں، جبکہ وہ وانمباڑی تشریف لائے تھے کثرت سے سوالات کیا کرتا تھا کسی نے اس سے کہا کہ اس طرح کثرت سے سوالات کیوں کرتے ہو تو اس کو حضرت نے بھی سن لیا اور فرمایا کہ ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ'' انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے پھر فرمایا کہ ''ملّا آں باشد کہ چپ نشود'' یعنی اپنی قابلیت ظاہر کرنے کیلئے یہ لوگ کثرت سے سوال کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ آدمی جب شیخ کی مجلس میں جاتا ہے تو سکوت اختیار کرے سکوت میں مزہ ہے اس وقت شیخ کی زبان اور اس کے کان بس۔ رفتہ رفتہ انشاء اللہ تعالیٰ شیخ کی صحبت کی برکت سے سارے شکوک وشبہات حل ہوجائیں گے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ اصول تھا کہ ہر مرید ہر آٹھ دن میں ایک بار خط لکھے اور اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرے۔

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال اس دلہن کی سی ہے جو بہت بناؤ سنگار کر کے بیٹھی ہوئی سارے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہوں۔ پھر جب شوہر اس کے ظاہری بناؤ سنگار کو دیکھ کر نقاب اٹھاتا ہے، اور دلہن کا چہرہ دیکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو سو سال کی بوڑھی ہے۔ نہایت بدشکل۔

اسی طرح اس دنیا کی رونق بھی ہے جس پر آدمی فدا ہو رہا ہے کہ اس کی ظاہری رونق کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ دنیا کا عیش وآرام ہی سب کچھ ہے۔ مگر جب موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ تو بالکل بے وفا ہے اور اسی دنیا کی وجہ سے آخرت برباد ہوئی۔

درِّ نایاب
شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ

معارفِ رحیمی

خیالات کا خنّاس

آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم کرنے کے صرف پچیس فیصد کام کرتے ہیں اور اسی کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور جب پریشانی کا وقت آتا ہے تو سوچتے ہیں کہ جب ہم سے اتنے عمل ہو رہے ہیں تو کیوں اللہ کی مدد نہیں آتی حالانکہ ہم کو یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ پچھتر فیصد اعمال، تلاوت، اذکار و نوافل، صدقات جو چھوٹ رہے ہیں اس کا احساس کیوں نہیں ہے پچیس فیصد عمل کر کے کوئی اجر کا کیسے حقدار بن سکتا ہے دوسری طرف گناہوں کا حساب دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ پچیس فیصد گناہوں سے بچنے پر ہم اپنے آپ کو متقی، پرہیز گار، ولی، پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں اسی وجہ سے جب کسی پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو ہمیں دھوکا ہوجاتا ہے کہ یا اللہ ہم کتنے گناہوں سے بچے ہوئے ہیں پھر کیوں ہماری پکڑ ہوتی ہے لوگ کیسے کیسے گناہوں میں مبتلا ہیں آخر کیا ہم ہی پکڑے جانے کے قابل تھے نعوذ باللہ اس وقت پچھتر فیصد جو گناہ ہم سے ہوئے یا جن کی لذت یا چاشنی سے ہر وقت نفس مزے لے رہا ہوتا ہے ان کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔

یہ ہماری کیفیت ہے کہ تھوڑے سے عمل کر کے اور تھوڑے گناہوں کو چھوڑ کر اپنے آپکو پاک وصاف اور متقی پرہیز گار سمجھنے لگے اور ان نیک بندوں کا حال وہ تھا جو سو فیصد اعمال ادا کر کے اور گناہوں سے بچکر بھی اپنے آپکو ناقص ہی سمجھتے تھے۔

حقیقت بس یہی ہے کہ دربار خداوندی کی عظمت سے وہ لوگ ہر وقت کانپتے تھے جس سے انکے اندر انتہائی تذلل عجز وانکساری بلکہ فنائیت کا حال طاری تھا اور نفس کے ہر خطرہ پر چونکتے

تھے کہ پتہ نہیں کب یہ ڈنک مار دے اور ہمارے اندر عاجزی وانکساری کے بجائے خود رائی وخود پسندی وانانیت جیسی صفتیں موجود ہوجائیں کبھی انکو دور کرنے کی فکر نہیں ہوتی تو بتائیے نفس کے مکروفریب سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں ہم سے گناہ ہوجانے کے بعد بھی نفس کی شرارت پر ہم کو غصہ نہیں آتا بلکہ ہم تاویل کرنے لگتے ہیں اور اللہ والوں کا حال دیکھئے کہ ان سے کرامت بھی صادر ہوجائے تو فوراً انکو یہ خطرہ گذرتا ہے کہ اس کرامت پر کہیں نفس نہ پھول جائے۔

ایک عاشق کا عاشقانہ انداز

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ حضرت کے اندر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اتباعِ سنت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ایک مرتبہ روضۂ اقدس صلی اللہ علی صاحبھا وسلم کی زیارت کا شرف ملا بڑے شوق سے یہ اشعار پڑھے ؎

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشاح قد خضرت
فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

یعنے یارسول اللہ جب میں دور تھا آپ کے دربار میں سلام پیش کرنیکے لئے میری روح کو بھیجا کرتا تھا اب میں خود حاضر ہوچکا ہوں ذرا اپنا دست مبارک باہر فرمادیجئے تاکہ میں بوسہ کی سعادت حاصل کرسکوں۔

یہ اشعار پڑھ کر حضرت رفاعی نے سلام پیش کیا کہ السلام علیک یا جدی اسی وقت روضۂ مبارک سے جواب آیا وعلیک السلام یا ولدی اور ساتھ ہی روضۂ مبارک سے دست مبارک بھی ظاہر ہوا جسکی روشنی سے سارا حجرۂ مبارک چمک اٹھا حضرت شیخ نے دوڑ کر دست مبارک چوم لیا پھر ہاتھ غائب ہوگیا۔

فغانِ کلیم

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اثرانگیز نصائح

اللہ تعالیٰ کون ہیں؟ سمیع و بصیر، علیم و خبیر ہیں، دیکھ رہے ہیں، ان سے رجوع کرو۔ آج امّت سنّت سے بغاوت کر رہی ہے۔ جو قومیں ملعون ہیں یعنی یہود و نصاریٰ ان کی اتباع کر رہی ہے۔ پورا معاشرہ ڈوبا چلا جا رہا ہے ہمارا۔ اسی لیے آگ لگی ہوئی ہے، ناکامی ہر جگہ ہے۔ شریعت پامال ہو رہی ہے مگر کچھ نہیں؟ سنّت پامال ہو رہی ہے مگر کچھ نہیں؟ وہ قوم جو ملعون ہے اس کی ہم نے اتباع کی ہے۔ جو چیز قابلِ احترام تھی، آنکھوں سے لگانے کی چیز تھی اس سے ہم نے اعراض کر رکھا ہے۔ کھانا کھاؤ سنّت کے موافق، کھا بھی لوگے، ثواب بھی ملے گا۔ ایک وقت میں کئی کام سب ثواب کے، مؤمن کا ہر کام ثواب کا ہوتا ہے۔ آج ہم لوگ عمدہ لذیذ غذائیں تو کھاتے ہیں لیکن مالک کو ناراض کر کے کھاتے ہیں۔ ایک لفظ بھی نہ نکالے ناشکری کا یہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ میں یہیں پر حاضر تھا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی نور اللہ مرقدہ کو چہل قدمی کرا رہا تھا، ٹہلا رہا تھا رات میں، فرمایا کہ زبان سے کبھی ایسا لفظ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہو جاتے ہیں، طاعت اتنی کی کہ بالکل ایک قدم جنّت کیلئے رہ گیا، اگلا قدم جنّت میں داخل ہو جائیگا لیکن ایک کلمہ اس کی زبان سے ایسا نکل گیا بہت سخت قسم کا جو اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوتا ہے، فیصلہ ہوا کہ اِس کو بھیج دو جہنّم میں۔ اتنی مشقت اٹھائی اس نے کہ جنّت ایک قدم رہ گئی صرف اگلا قدم جنّت کے اندر جانا باقی ہے، ایک کلمہ سے پیچھے پھینک دیا جاتا ہے تحت الثریٰ کے اندر۔ اسی لیے زبان کی حفاظت کرنا چاہئے۔ آج کتنا کلام لایعنی ہے، کتنی جھوٹ، غیبت ہوتی ہے، کتنی بہتان ہوتی ہے مجلسوں کے اندر۔ اللہ سے ڈرو۔ آدمی حالات مصلح سے کہہ سکتا ہے کہ میرے گھر میں یہ حالات ہیں وہ تدبیر بتائیگا۔ اس کی یہ تدبیر کرو نجات مل جائیگی۔

اسی لئے زبان میں ہماری جو اثر نہیں ہے یہ گناہوں کی وجہ سے ہے۔ جہاں چار لوگ جمع ہوئے فوراً غیبت شروع، یہ مرض بڑھتے بڑھتے پھر حرمین تک پہنچ جاتا ہے۔ عادت پڑی ہوئی ہے یہاں پر وہاں پر بھی گفتگو ہو رہی ہے کیسے کامیاب ہوگا؟ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ لایعنی کلام سے بچو، لایعنی کام سے بچو، اپنے آپ کو مشغول رکھو ذکر اللہ میں، کام میں لگو خوب کام کرو اسمیں ذکر اللہ کی برکت سے کام آسانی سے ہو جائیگا۔ لایعنی کلام کرو گے اس سے قلب پہ اثر پڑتا ہے، دل تاریک ہو جاتا ہے، اس کے اندر نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ آج امّت اسی کے اندر مبتلا ہے۔ ذکر کی توفیق نہیں ہو رہی۔ یہ عذابِ الٰہی ہے۔ ذکر کی توفیق بالکل نہیں ہو رہی اور کلام کے اندر بہت آگے بول رہے ہیں، گھنٹوں بیان کرا لو باتیں ہوتی رہتی ہیں، اسی لئے دعا بھی قبول نہیں ہو رہی ہے۔ ادھر مالک سے گڑگڑاتے بھی ہیں لیکن وہی۔ دعا کی قبولیت کے شرائط میں سے ہے کہ پہلے گناہوں سے تو بچو، توبہ تو کرلو، گناہ کو گناہ سمجھو۔ لوگ مثال بھی دیتے ہیں صحابہؓ کی تو ان جیسا ایمان بھی تو لاؤ پہلے۔ صحابہ نے سیکھا پہلے کیسے مالک کو منائیں؟، اللہ تعالیٰ سے بگڑی ہوئی ہے، اس سے معاملہ درست نہیں، ربّ العالمین ناراض ہیں، حالات کیسے اچھے ہو جائیں گے۔ یہ نبی ﷺ نے سکھائی ہے ان کو فضائلِ اعمال میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی مثالیں دیں ہیں، اسی لئے دی ہیں۔ ترغیب کہتے ہیں اس کو تا کہ تم کو بھی ذوق وشوق پیدا ہو جائے، اس کا نام ترغیب دینا ہے۔ سیکھنا پڑیگا، صحابہؓ نے سیکھا پہلے کہ نماز کیسے پڑھوں؟ ہر چیز سکھائی نبی ﷺ نے آج ہم لوگ سیکھتے تو ہیں نہیں۔ روایتی نماز ہے، روایتی اذان ہے، روایتی اقامت ہے سیکھا نہیں۔ ایک تو وعدہ ہے کہ جب تلاوت کرو گے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی۔ نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ لیکن یہ بھی کب؟ صحیح پڑھنے پر۔ غلط پڑھو گے تو سزا ملے گی کہ تم نے میرے کلام کی یہ بے حرمتی کی، اسمیں یہ نقص پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ پھر ناراض ہوتے ہیں۔ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو اس نعمت سے نوازا جائے پھر سزا تجویز ہو جاتی ہے۔ اس لئے فرض ہے پڑھنا جب نماز میں قرات فرض ہے تو سیکھنا فرض ہو جائیگا۔



امام ابوحنیفہؒ کی سخت ڈانٹ

فَکَانَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ وَالْقَوْلَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالرَّأْیِ عَلَیْکُمْ بِاِتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْہَا ضَلَّ وَدَخَلَ عَلَیْہِ مَرَّةً رَجُلٌ مِّنْ اَہْلِ الْکُوْفَةِ وَالْحَدِیْثُ یُقْرَأُ عِنْدَہٗ فَقَالَ الرَّجُلُ دَعُوْنَا مِنْ ہٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ فَزَجَرَہٗ اَبُوْحَنِیْفَةَ اَشَدَّ الزَّجْرِ وَقَالَ لَہٗ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا فَہِمَ اَحَدٌ مِّنَّا الْقُرْاٰنَ۔

(المستخرج علی المستدرك، فصل طالب العلم)

ترجمہ: امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دین میں (غیر اجتہادی) رائے مت دو بلکہ سنت ہی کی پیروی کرو اس لئے کہ جو شخص اتباع سنت نہیں کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ آپ حدیث مبارک کا درس دے رہے تھے کہ اسی دوران ایک کوفی شخص آیا اور اس نے کہا: ہمارے سامنے یہ حدیثیں بیان نہ کرو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ بات سنی تو اسے خوب ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ اگر سنت نہ ہوتی تو ہم سے کوئی شخص بھی قرآن کریم نہ سمجھ سکتا۔

امام شافعیؒ کی اصولی بات

جَمِیْعُ مَا تَقُوْلُہُ الْاَئِمَّةُ شَرْحٌ لِلسُّنَّةِ وَجَمِیْعُ السُّنَّةِ شَرْحٌ لِلْقُرْاٰنِ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: دین کی ہر ایسی بات جو ائمہ کرام (اپنے اجتہاد سے) فرماتے ہیں وہ سنت ہی کی ایک تشریح ہوتی ہے اور خود سنت قرآن کریم کی تشریح کا نام ہے۔

تیسری تفسیر

الفقہ فی الدین۔ حکمت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد فقہ ہے۔ ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت فہم ہے اور پھر جب فہم بھی دین کا ہو تو اس کا درجہ کہیں زیادہ ہو جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہیں کیونکہ فقہ بھی مقصد بعثت نبوت میں شامل ہے۔

فقہ اور فقہاء کی عظمت

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ چند لوگوں کی ایک جماعت تم میں ایسی ہونی چاہئے جو دین کی فقہ میں مصروف عمل رہے۔ تاکہ باقی لوگوں کو دینی احکامات سے صحیح طور پر آگاہ کر سکے۔ مزید یہ کہ قرآن کریم ہی میں اولی الامر جس کا ایک معنیٰ فقہاء کا کیا گیا ہے ان کی اطاعت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بکثرت ایسی روایات موجود ہیں جن سے فقہاء کی عظمت بیان کی گئی ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ فقہاء کی عظمت کی وجہ یہی فقہ ہے۔

چوتھی تفسیر

ما تکمل بہ النفوس۔ حکمت کی چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ علوم ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کے نفس اللہ والے بن جائیں۔ انسانوں کے نفس کب اللہ والے بنیں گے جب اللہ کے احکام کو عظمت کے ساتھ بیان کیا جائے تاکہ اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل ہو اور جس وقت معرفت مل جاتی ہے تو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اسی محبت کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے رب کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ احکام دین کو سلیقہ مندی سے بیان کرنا یہ حکمت ہے پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر بھلا کون سلیقہ مند ہو سکتا ہے۔

موقع شناسی اور سلیقہ مندی

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ

اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِیَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ۔ (صحیح مسلم، الرقم ۴۲۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں موجود تھے ایک دیہاتی شخص آیا اور وہ مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے روکا کہ ایسا مت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مت روکو بلکہ اپنی حالت پر چھوڑ دو صحابہ کرامؓ نے اسے اسی حالت پر چھوڑ دیا وہ پیشاب کرکے فارغ ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی پھیلانے کی جگہیں نہیں ہیں بلکہ یہ تو اس لئے ہیں کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے، نمازیں ادا کی جائیں اور قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔

پانچویں تفسیر

وضع الشیء فی محالها۔ حکمت کی پانچویں تفسیر یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں اس کی اہمیت اور حیثیت کے مطابق معاملہ کرو۔ انسان اپنے پورے بدن کے ایک ایک جزو کو وہاں استعمال کرے جہاں استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے اور جو چیزیں شرعاً حرام ہیں اس جگہ استعمال کیا گیا تو یہ درست نہیں، حکمت کے خلاف ہے۔ بلکہ ظلم میں شامل ہے کیونکہ اہل علم نے ظلم کی تعریف یہی کی ہے: وضع الشیء فی غیر محله مثلاً: زبان کو تلاوت، ذکر، درود، نعت اور باہمی خوش کلامی میں حسن آداب کے ساتھ استعمال کرنا حکمت ہے جبکہ اسی زبان کو گالی، غیبت، چغلی، بہتان اور دیگر گناہوں میں استعمال کرنا ظلم ہے۔ اسی طرح دیگر تمام اُمور ہیں اگر ان کو شریعت کے مطابق بجالایا جائے تو حکمت اور اگر شریعت سے ہٹ کر کیا جائے تو ظلم بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مقاصد نبوت کو سمجھنے اور ان سے رہنمائی لینے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم



مضامین

مولانا عصمت اللہ نظامانی

ماہِ مبارک کا استقبال

رمضان المبارک کے فضائل، امتیازات اور خصائص کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہوں گے۔ اس ماہ کی اہمیت، اور اس کے مخصوص اعمال کی بدولت تقریباً تمام باشعور مسلمان اس کا استقبال اوراس کے آنے کی تیاری شروع کردیتے ہیں، لیکن دورِحاضر میں یہ نظر آرہا ہے کہ بہت سے مسلمان اس کا استقبال صرف دنیاوی اور مادی اشیاء جمع کرکے کرتے ہیں۔مختلف قسم کھانے کی چیزیں، مشروبات اور لباس وپوشاک بنانے میں اپنی دولت، اوقات اور توانائی خرچ کرتے ہیں۔سیرتِ طیبہ میں بیان کردہ طریقے کے مطابق رمضان کی تیاری اوراس کا استقبال نہیں کرتے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک مہینے کا نہایت اہتمام سے استقبال فرماتے تھے، چنانچہ رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ (المعجم الأوسط للطبرانی،(۱۸۹/۴) رقم الحدیث:۳۹۳۹،) (اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان بابرکت بنا، اورہمیں رمضان تک پہنچا) یعنی رمضان پانے کی دعا مانگ کر اس ماہِ مبارک کا استقبال کرتے۔شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھ کر ماہ رمضان کا استقبال فرماتے، اسی طرح شعبان کے آخری دنوں میں رمضان سے متعلق تفصیلی خطاب فرما کر اس مبارک مہینے کا استقبال فرماتے تھے۔ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اس ماہِ مبارک کے استقبال کا طریقہ کا ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ہم سب مسلمان اس پر عمل کرکے اس بابرکت مہینے میں اجروثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی حاصل کرسکیں۔

رمضان پانے کے لیے دعا کرنا:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ صحت وعافیت کے ساتھ رمضان المبارک نصیب فرمائے، تاکہ اس مبارک مہینے کی برکتوں اور اس میں نازل ہونے والے رحمتوں سے ہم کو بھی حصہ ملے۔ اوپر یہ بات آچکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رجب داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے رمضان المبارک پانے کی دعا مانگنا شروع فرمادیتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے کہ صحت وعافیت اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ رمضان المبارک نصیب کرنے کی دعا مانگنا شروع کردیں۔ بلکہ ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جب ہمارے اسلاف رمضان المبارک سے چھ ماہ قبل ہی یہ رمضان پانے کی دعا مانگنا شروع کردیتے تھے، چنانچہ الترغیب والترھیب لأبی القاسم میں ہے:

كانوا يدعون الله عز وجل ستة أشهر أن يبلغهم شهر رمضان ويدعون الله ستة أشهر أن يتقبل منهم۔ (الترغیب والترھیب لأبی القاسم الأصبهانی، ۲/۳۵۴)

ترجمہ: سلف صالحین اللہ تعالیٰ سے چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ انہیں ماہِ رمضان نصیب کرے، اور (رمضان گزرنے کے بعد) چھ مہینے اس کی قبولیت کی دعا کرتے تھے۔

رمضان آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر:

ہم میں سے بہت سے لوگوں کے رشتہ دار اور جاننے والے جو پچھلے رمضان میں ہمارے ساتھ تھے، لیکن اس رمضان میں وہ ہمارے درمیان موجود نہیں، بلکہ منوں مٹی کے نیچے ہیں۔ بہت سے نامور اہلِ علم، دیندار اور متعدد مشہور ہستیاں، اور کئی گمنام لوگ رمضان آنے سے پہلے ہی راہِ عدم گامزن ہوگئے، اور اس رمضان کی رحمتوں، برکتوں اور اعمالِ صالحہ کرنے سے محروم ہوگئے۔ اب وہ بے بس ولاچار اپنی قبروں میں یہ انتظار کر رہے ہیں کہ کوئی ان کے لیے استغفار، ایصالِ ثواب،

رفعِ درجات کے لیے دعا یا صدقہ وخیرات کرے، لیکن وہ خود ہزار چاہت کے باوجود ایک نیکی بھی نہیں کما سکتے۔ لہٰذا رمضان پانے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں یہ رمضان نصیب کیا، اور اس کی رحمتیں اور برکتیں کمانے کا موقع دیا۔

فضائلِ رمضان کا استحضار:

رمضان المبارک کے استقبال میں یہ بھی شامل ہے کہ اس ماہِ مبارک کے فضائل، اس میں انجام دیئے جانے والے اعمال، جیسے روزے، تراویح اور اعتکاف وغیرہ کی فضیلت واہمیت کا استحضار ہو، اور ان کا اجر وثواب اچھی طرح معلوم ہو، تاکہ پوری بصیرت اور معرفت کے ساتھ اعمال صالحہ کرسکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماہِ شعبان کے آخر میں اپنے صحابہ سے رمضان المبارک سے متعلق خطاب فرماتے، اور اس کے فضائل، اس کی راتوں کی اہمیت، لیلۃ القدر، اعتکاف اور ان جیسے دیگر اعمال کے بارے میں ہدایت دیتے تھے۔ چنانچہ ایک طویل حدیث میں ہے:

عن سلمان قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر يوم من شعبان، فقال: أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم، شهر مبارك، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر ...الحديث

(الترغيب والترهيب لأبي القاسم الأصبهاني، ۳۵۴/۲)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہِ شعبان کے آخری دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ آپہنچا ہے، اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔۔۔الخ

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت تفصیل کے ساتھ رمضان المبارک کے اعمال، اور فضائل بیان فرمائے۔

روزوں سے متعلق مسائل جاننا:

رمضان المبارک میں ہر بالغ مسلمان پر روزے فرض ہوتے ہیں، اس لیے رمضان آنے سے قبل ہی روزوں سے متعلق مسائل اور احکام جاننے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لیے مستند کتب کا مطالعہ یا با اعتماد علمائے کرام کی طرف رجوع کرنا چاہیے؛ کیونکہ دین کے بنیادی مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، جس سے اس کے بنیادی عقائد اور اُس پر لازم عبادات کی ادائیگی درست طریقے سے ہو سکے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **طلب العلم فريضة على كل مسلم** (سنن ابن ماجه، ۸۱/۱، رقم الحدیث: ۲۲۴) یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور علامہ جصاص اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

طلب العلم فيما يبتلى به الإنسان من أمور دينه۔ (أحكام القرآن للجصاص، ۳۰۳/۴)

ترجمہ: ان دینی امور کا علم حاصل کرنا لازم ہوگا جن میں انسان مبتلا ہے۔

شعبان میں روزے رکھنا:

رمضان المبارک کے استقبال میں یہ بھی شامل ہے کہ اس سے کچھ وقت پہلے یعنی شعبان کے مہینے میں روزے رکھے جائیں، تاکہ رمضان المبارک میں روزے رکھنا بھی آسان ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

وما رأيته أكثر صياما منه في شعبان۔ (صحیح البخاری، ۳۸/۳، رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی دوسرے مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: **صوم شعبان تعظيما لرمضان** (شرح معانی

الآثار للطحاوی، ۸۳/۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۰) یعنی ماہِ شعبان کا روزہ رمضان کی تعظیم کے طور پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شعبان کے مہینے میں بقدرِ وسعت روزے رکھنا بھی استقبالِ رمضان میں داخل ہے۔

غریبوں سے تعاون کرنا:

رمضان المبارک کے استقبال میں یہ بھی شامل ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کا خیال رکھا جائے اوران کی ضروریات اور حوائج پوری کرنے کی کوشش کی جائے۔ جہاں اپنے لیے سحری وافطاری کا سامان خریدا جاتا ہے، وہاں اگر تھوڑا سا راشن وغیرہ کسی محتاج وتنگدست گھرانے کے لیے بھی خریدا جائے اوران کی مالی مدد کی جائے تو یقیناً بڑے ثواب کے ساتھ دلی سکون واطمینان بھی حاصل ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان المبارک میں کثرت سے غرباء ومساکین کی مدد کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجود الناس، وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶، ۸/۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں اور بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے، جب ان کی جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تھی۔

اور ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا: **صدقة في رمضان** (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۶۶۳، ۵۱/۳) یعنی رمضان میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ رمضان المبارک کا اسی طرح استقبال کریں، اوراس کے آنے کی تیاری کریں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات میں رہنمائی کی گئی ہے، تاکہ اس ماہِ مبارک میں نازل ہونے والی رحمتیں اور برکتیں حاصل کرسکیں۔



حضرت مولانا رضوان احمد ندوی

حکایات اہلِ دل

علم چاہیئے یا دولت: بنی اُمیہ کے عہد میں ربیعۃ الرائے ایک بڑے امام وعلامہ گذرے ہیں، ان کے والد کا نام فروخ تھا۔ فوج اپنے عہد پر ملازم تھے، ربیعۃ الرائے ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ خلیفۂ وقت نے ایک بڑا لشکر فتح کرنے کو روانہ کیا۔ اس لشکر کے افسر فروخ مقرر ہوئے، جب یہ خراسان جانے لگے تو تیس ہزار اشرفیاں بیوی کو دیں کہ انہیں حفاظت سے رکھنا۔

یہ چلے گئے تو ربیعۃ الرائے پیدا ہوئے، ان کی والدہ اپنے شوہر کا انتظار کرتی رہیں کہ وہ آکر اپنے بیٹے کو دیکھیں۔ مگر اتفاق سے خراسان کی لڑائی نے طول کھینچا، اس لئے وہ نہ آسکے۔ ان کی بیوی نہایت عمدگی سے ربیعۃ الرائے کی پرورش کرتی رہیں۔ جب یہ ذرا بڑے ہوئے تو ماں نے پڑھنے بٹھایا۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ میرا بیٹا پڑھ لکھ کر عالم وفاضل بنے۔

چنانچہ تعلیم کے سلسلہ میں انھوں نے شوہر کی اشرفیاں خرچ کرنی شروع کردیں۔ ربیعۃ الرائے بہت ذہین اور سعادت مند تھے، بہت جلد تعلیم حاصل کر کے مشہور عالم بن گئے ان کا مکان مدینہ میں تھا اور وہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درس دینا شروع کیا۔ کچھ ہی دنوں میں ان کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور بڑے بڑے علماء جیسے حضرت امام مالکؒ اور خواجہ حسن بصریؒ وغیرہ ان کے درس میں شامل ہونے لگے۔ ماں اپنے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سماتی تھیں، انہیں ذرا بھی افسوس نہ تھا کہ شوہر کی دی ہوئی اشرفیاں سب کی سب نذرِ تعلیم ہو چکی تھیں۔ پورے ستائیس سال بعد فروخ کو لڑائی سے واپسی کا موقع ملا، گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لئے مدینہ میں اپنے گھر پہونچے دروازہ بند تھا، نیزے کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت ربیعۃ الرائے گھر ہی میں موجود تھے، دروازہ کھول کر باہر آئے، باپ کیونکر اپنے نادیدہ بیٹے کو پہچانتا، کچھ کہے سنے بغیر بلا تکلف مکان میں گھسنے لگے کہ خود انہیں کا مکان تھا۔ حضرت ربیعہ نے جب دیکھا کہ ایک اجنبی شخص ہے جو

مکان میں گھسا چلا آتا ہے تو بہت غصہ میں بولے:-''اے خدا کے دشمن! میرے گھر میں تیرا کیا کام؟'' فروخ نے کچھ تلخ جواب دیا، جس سے بات بڑھ گئی۔ آس پاس کے لوگ جمع ہوگئے، حضرت امام مالکؒ بھی آگئے انہوں نے فروخ کو سمجھایا کہ بڑے میاں! اگر آپ کو ٹھہرنا ہی ہے تو دوسرا میرا مکان موجود ہے، اس میں ٹھہر جایئے۔ فروخ نے کہا ''جناب والا! میرا نام فروخ ہے، اور یہ گھر جس میں داخل ہورہا ہوں، میرا ہی ہے''۔

ربیعۃ الرائے کی والدہ دروازے ہی کے پاس کھڑی سب کچھ سن رہی تھیں، انہوں نے جب یہ سنا تو چلا کر کہا: ''ارے یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں'' جب یہ عقدہ کھلا، تو باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے اور گھر کے اندر گئے۔ موقع پا کر فروخ نے بیوی سے محبت بھرے انداز میں پوچھا: ''یہ میرا ہی بیٹا ہے؟'' بیوی نے کہا: ''بے شک آپ ہی کا'' تھوڑا سا وقت گذرنے کے بعد فروخ کو اپنی دی ہوئی اشرفیوں کا خیال آیا تو بیوی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا ''گھبرایئے نہیں، وہ نہایت حفاظت سے ہیں''۔

اس دوران میں حضرت ربیعۃ الرائے مسجد میں درس دینے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد فروخ بھی نماز پڑھنے پہونچے۔ کیا دیکھتے ہیں، ایک شخص بیچ میں بیٹھا ہے اور اس کے اِرد گرد آدمیوں کا ہجوم ہے، ربیعۃ الرائے اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے اور ایک اونچی ٹوپی سر پر تھی۔ فروخ پہچان نہ سکے کہ میرا بیٹا ہے، لوگوں سے دریافت کیا کہ کون بزرگ ہیں؟ جواب ملا ''امام ربیعۃ الرائے ہیں''۔

فروخ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے اختیار کہا ''لقد رفع اللہ ابنی'' (بے شک خدا نے میرے بیٹے کا مرتبہ بلند کیا)۔ نماز پڑھ کر مسرور وشاداں گھر آئے اور اپنی بیوی سے واقعہ بیان کیا۔ تب بیوی نے کہا: ''آپ بتایئے اپنے بیٹے کی یہ علمی شان آپ کو پسند ہے، یا تیس ہزار اشرفیاں؟'' فروخ بولے ''واللہ میں یہ شان زیادہ پسند کرتا ہوں'' تو سنئے! بیوی نے کہا ''سب اشرفیاں میں ربیعہ کی تعلیم وتربیت پر صَرف کرچکی ہوں''۔ فروخ نے کہا ''خدا کی قسم! تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا''۔

علماء کی قدر کیجئے: حضرت ابوحازم اپنے وقت کے بہت مشہور صاحب علم گذرے ہیں، ایک مرتبہ خلیفہ

وقت سلیمان بن عبدالملک نے ان کو قصر خلافت میں مدعو کیا، اور کہنے لگا کہ ''اے ابوحازم! کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ موت کو ناپسند کرتے ہیں؟'' ابوحازم نے جواب دیا کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں نے زندگی کو آباد کرلیا ہے اور آخرت کو ویرانہ بنادیا ہے، اسی لئے آبادی سے ویرانہ کی طرف جاتے ہوئے ڈرتے ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے کہا کہ: آپ نے صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو ارشاد فرمائیے کہ اب اللہ کی طرف کیسے متوجہ ہوا جائے؟ ابوحازم: نیکوکار کی مثال ایسی ہے جو اپنے اہل وعیال سے دور رہا ہو اور پھر آ گیا ہو لیکن جس کی زندگی بدی ہی میں کٹی ہو تو اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جو اپنے آقا کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک رونے لگا، اور کہا اے کاش ہمارا بھی کوئی مقام خدا کے یہاں ہوتا! ابوحازم: اے خلیفہ! اپنے آپ کو کتاب اللہ کی ترازو پر رکھو تو خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ سلیمان بن عبدالملک نے کہا کہ: اور یہ مقام کس آیت میں واضح ہوا ابوحازم نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ'' سلیمانؒ: لیکن یہ اللہ کی رحمت کہاں ہے؟ ابوحازمؒ: ''قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ'' سلیمانؒ: اے ابوحازم! ہمارے لئے دُعا کیجئے! ابوحازمؒ: اے پروردگار! اگر سلیمان بن عبدالملک تیرا دوست ہے تو اس کو بھلائی کی توفیق عطا فرما! اور اگر تیرا دشمن ہے تو اس شخص کی پیشانی پکڑ کر بھلائی کی طرف لے جا۔ یہ کہہ کر ابوحازم اُٹھ کھڑے ہوئے، اور وہ تمام انعامات جو خلیفۂ وقت نے عطا کئے تھے واپس کردیئے، اور فرمایا، جب تک علماء اپنے علم کو اُمراء سے بچاتے رہیں گے اُمراء ان سے ڈرتے رہیں گے۔ (صفۃ الصفوۃ، ج:۲، ص:۸۹)

عالی ظرفی ایسے ہوتے ہیں: سرزمین اندلس کے ایک باغ میں کسی عیسائی اور ایک نوجوان مسلمان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں کے اقتدار کا سورج اندلس کے آسمان پر چمک رہا تھا، جھگڑے کے نتیجے میں تلواریں میان سے باہر نکل آئیں اور عیسائی مسلمان کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگیا، قتل کی خبر تیزی سے سب طرف پھیلی، تو بہت سے مسلمان باغ کی طرف دوڑے اور عیسائی کو تلاش کرنے لگے، عیسائی جان بچانے کی فکر میں باغ کی ایک چھوٹی سی دیوار سے کودا اور باہر کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر میں چھپ گیا، کچھ دیر تو چھپا رہا لیکن گندگی کے باعث طبیعت گھبرائی تو وہاں سے نکلا۔

مسلمان باغ کے اِردگرد تلاش میں مصروف تھے، اس لئے فرار کا موقع نہ ملا۔ قریب ہی ایک مکان نظر آیا، اس کے دروازہ پر پہنچا تو ایک بوڑھا عرب نکل آیا، عیسائی نے اس سے رو کر کہا کہ میں ایک مجرم ہوں، مجھے پناہ دو، شریف عرب کو عیسائی کی حالت زار دیکھ کر رحم آ گیا، اور اُسے گھر میں لے گیا اور پناہ دی۔ اتفاق دیکھئے کہ جس مسلمان کو اس عیسائی نے قتل کیا تھا اور وہ اسی بوڑھے عرب کا اکلوتا لڑکا تھا۔ بوڑھے عرب کو معلوم ہو گیا کہ اس کا جوان لڑکا قتل کر دیا گیا، اور قاتل یہی عیسائی ہے، جو اس کے اپنے گھر میں موجود ہے۔ منہ سے ٹھنڈی آہ نکلی، غصہ آیا، تابِ ضبط نہ رہی لیکن یہ احساس دل سے ایک لمحہ کو نہ نکلا کہ تو نے عیسائی کو پناہ دی ہے۔ آخر کار اس نے عیسائی سے صرف اتنا کہا: اے جلاد! تو نے جسے قتل کیا وہ میرا ہی بیٹا تھا، اور اس گھر میں وہی ایک چراغ تھا جسے تو نے گُل کر دیا، میرے بڑھاپے کا وہی ایک سہارا تھا، میری زندگی اس کی موت سے برباد ہو گئی۔ لیکن مجبور ہوں، عربوں کا یہ شیوہ نہیں کہ مہمان پر ہاتھ اُٹھائیں، میں مسلمان ہوں، میں نے تجھے پناہ دی ہے، جا! میں تجھے زندہ چھوڑتا ہوں''۔ پھر رات ہوئی تو بوڑھے نے کہا کہ اب تو یہاں سے چلا جا، میں نے اپنے بیٹے کا خون معاف کیا۔ اس کے بعد ایک اونٹ عیسائی کے حوالہ کیا، اور کہا کہ اس پر سوار ہو کر رخصت ہو۔ عیسائی سوار ہو کر رخصت ہوا، اور مسلمان عرب کی یہ عالی ظرف ہمیشہ کیلئے تاریخ کے زریں صفحات پر ثبت ہو گئی۔

محبت الٰہی سے شرمسار: عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بازار گیا، راستہ میں ایک شخص ملا، جس کو جذام کی بیماری تھی اور بدن پر زخم بھی تھے، گلی کے لڑکے اس کو پتھروں سے مار رہے تھے جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خون آلود تھا لیکن اس کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، میں اس کے قریب گیا، تاکہ بات سن سکوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے سنا کہ وہ شخص کہہ رہا ہے ''اے میرے رب! تو خوب جانتا ہے کہ اگر میری ایک ایک بوٹی قینچی سے کاٹ دی جائے اور میری ہڈیاں آرے سے چیر ڈالی جائیں تو بھی میری محبت تیرے ساتھ بڑھتی جائے گی۔ اب تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر۔ (صفۃ الصفوۃ، ج:۴، ص:۱۱)

کون سب سے زیادہ سخی ہے: تین شخص آپس میں بحث کر رہے تھے، کہ ہمارے زمانے میں

سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ ایک شخص بولا عبداللہ بن جعفر سے بڑھ کر اس وقت کوئی سخی نہیں۔ دوسرا بولا، سب سے بڑا سخی قیس بن سعد ہے، تیسرے نے کہا، ہرگز نہیں، سب سے بڑا سخی آج کل عرابہ اوسی ہے، یونہی بحث ہوتی رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا، ایک صاحب وہاں اور موجود تھے، انہوں نے کہا ''بھائیو! فضول لڑتے ہو، بہتر صورت یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص جس کو سب سے زیادہ سخی سمجھتا ہے، اس کے پاس جائے اور دست سوال دراز کرے، پھر کون کیا لے کر لوٹتا ہے، اسی سے فیصلہ ہوسکے گا کہ کس کی سخاوت بڑھ گئی ہے''؟ یہ بات معقول تھی، تینوں نے منظور کرلی۔ اور ایک شخص عبداللہ بن جعفر کے پاس پہنچا، وہ اس وقت کہیں جانے کو تیار تھے، ان کا ایک پاؤں رکاب میں تھا۔ اس شخص نے اسی حالت میں کہا کہ میں مصیبت زدہ مسافر ہوں، مجھے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جعفرؓ نے سنا تو پاؤں رکاب سے نکال لیا، اور کہا: ''اس اونٹنی پر سوار ہوجاؤ اور جو کچھ خرجی میں ہے سب لے لو''۔ اس شخص نے اونٹنی لی اور خرجی دیکھی تو اس میں چار ہزار اشرفیاں اور کئی قیمتی چادریں تھیں، یہ سب لے کر چلا آیا۔ اس کے بعد قیس بن سعد کا طرفدار قیس کے گھر پہونچا، پتہ چلا کہ قیس سو رہا ہے، اس نے قیس کی باندی سے کہا کہ قیس کو اُٹھادے۔ باندی نے کہا، تمہاری جو ضرورت ہو بیان کرو؟ اس نے جواب دیا ''میں مسافر ہوں اور ڈاکوؤں نے مجھے لوٹ لیا''۔ باندی نے کہا، انہیں جگانے کی ضرورت نہیں، یہ تھیلی لو اس میں سات سو اشرفیاں ہیں، اور قیس کے گھر میں آج اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، یہ لے لو اور اونٹوں کے گلے میں چل کر جونسا چاہو اونٹ پسند کرلو، اور ایک اونٹ لے لو'' وہ شخص یہ سب لے کر چلا آیا؛ جب قیس بن سعد جاگا تو باندی نے اس شخص کے آنے کا اور اشرفیاں دینے کا واقعہ بیان کیا، وہ بہت خوش ہوا، اور بطور اظہار خوشنودی باندی کو آزاد کردیا۔ باندی کو بہت افسوس ہوا کہ میں نے کیوں سب بات کہہ دی، اگر نہ کہتی تو آزاد نہ ہوتی، آزاد رہنے سے کہیں بہتر قیس جیسے صاحب جود و سخا کی کنیز رہنا ہے۔ اب تیسرا شخص عرابہ کی طرف گیا۔ اس نے دیکھا عرابہ ابھی گھر سے نکلا ہے اور مسجد کی طرف جارہا ہے، آواز دے کر کہا: ''اے عرابہ! میں مسافر ہوں، اور ڈاکوؤں نے مجھے لوٹ لیا ہے'' عرابہ کے چہرے سے یہ سن کر ندامت و پریشانی ظاہر ہوئی۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر کہا: ''افسوس'' خدا کی قسم! آج صبح سے شام تک میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔

بقیہ بر صفحہ: ۱۰



نورِ نبوت

مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہ

روزوں کی سنتوں کا بیان

(۱) روزے میں ان تمام چیزوں سے بچنا مسنون ہے جن کے کرنے میں گناہ ہے۔ مثلاً غیبت کرنے سے بچنا۔ (۲) جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا۔

(۳) چغلی کرنے سے احتراز کرنا۔ (۴) کسی کا مال ناحق طریقہ سے لینے سے بچنا۔

(۵) شہوت کی نظر سے بچنا۔ (علم الفقہ: ۳/۲۱، عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۷)

(۶) کسی کو ظلماً مارنے سے بچنا۔ (علم الفقہ: ۳/۲۲) (۷) دشمنی ریاکاری سے بچنا۔ اسی طرح ہر مکروہ بات کے سننے سے بچنا اور مکروہ کام کے کرنے سے بچنا۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۷)

(۸) گالی گلوچ کرنے سے بچنا۔ (مسلم: ۱/۳۶۲، ترمذی: ۱/۱۵۰)

(۹) سحری آخری وقت میں کھانا۔ (علم الفقہ: ۳/۲۲)

(۱۰) سورج غروب ہونے کے بعد روزہ جلدی افطار کرنا۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۴، بخاری: ۱/۲۶۲)

(۱۱) چھوارے سے افطار کرنا۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۴ بحوالہ مشکوٰۃ، ابوداؤد: ۱/۳۲۱)

(۱۲) چھواروں کا طاق عدد ہونا۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۴ بحوالہ مشکوٰۃ، ابوداؤد: ۱/۳۲۱)

(۱۳) گرمی کے دنوں میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے افطار کرنا۔ (عمدۃ الفقہ: ۳/۲۵۵)

(۱۴) سحری کرنا۔ یعنی سحری میں کھانا کھانا اگر حاجت نہ ہو تو پانی ہی پی لینا حضرت عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا کھانا ہے۔ (بدائع الصنائع: ۲/۱۰۵)

(۱۵) سحری تاخیر سے کرنا۔ یعنی آخری وقت میں کرنا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ تین چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔ ”**عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال ثلاث من سنن المرسلین تاخیر السحور وتعجیل الافطار ووضع الیمین علی الشمال تحت السرة فی الصلوة۔**“ (بدائع الصنائع: ۲/۱۰۵)



مشعلِ راہ

فتاویٰ جامعۃ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

بچوں کے احرام وعمرہ کا حکم

سوال: نابالغ بچوں کے احرام اور عمرے کے اعمال کا مفصل طریقہ بتادیجے۔

جواب: واضح رہے کہ نابالغ بچے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک سمجھ دار بچے جو خود نیت کر سکتے ہیں اور تلبیہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور عمرہ کے افعال ادا کرنے کی سمجھ رکھتے ہیں؛ ایسے نابالغ بچوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بڑوں کی طرح اپنی زبان سے نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر احرام باندھیں گے، اور عمرہ کے جتنے افعال کرنے پر وہ قادر ہوں وہ تمام افعال اپنے ولی کے ساتھ مل کر خود ادا کریں گے اور جو افعال وہ خود ادا نہیں کر سکتے وہ ان کی طرف سے ولی ادا کرے گا، البتہ طواف کے بعد کی دو رکعت وہ خود ادا کریں گے، ولی ان کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ غنیۃ الناسك میں ہے: دوسرے ناسمجھ بچے جو نہ احرام کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور نہ نیت کر سکتے ہیں اور نہ تلبیہ پڑھ سکتے ہیں؛ ان کے احرام وعمرہ یا حج کا حکم یہ ہے کہ انہیں نہلا کر احرام کی دو چادریں لپیٹ دی جائیں اور لڑکی ہو تو احرام کے طور پر لباس تبدیل کیا جائے گا، اس کے بعد اس کا والد یا ولی اس کی طرف سے نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، اس طرح وہ ناسمجھ بچہ/ بچی محرم شمار ہوگا/ ہوگی، اب ولی بچہ کو احرام کے ممنوعات سے بچاتا رہے اور حرم میں بچہ/ بچی کو اپنے ساتھ لے کر عمرے کے تمام افعال ادا کرے، اور طواف اور سعی سے پہلے اپنی نیت کے بعد اپنے ناسمجھ بچہ/ بچی کی طرف سے بھی طواف وسعی کی نیت کرے، اور اگر طواف اور سعی میں ناسمجھ بچہ/ بچی کو ساتھ نہیں رکھا تو اپنے طواف و سعی کے بعد اس کی طرف سے طواف وسعی خود ادا کرے، بہر صورت طواف کے بعد کی دو رکعت واجب الطواف ایسے ناسمجھ بچوں پر سے ساقط ہو جائیں گی، جس کی وجہ سے ان کی طرف سے دو رکعت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ نیز ہر دو قسم کے بچوں کو ممنوعات احرام سے بچایا جائے گا، تاہم اگر ان سے کوئی غلطی ہوگئی یا اپنا احرام کھول دیا یا خوش بو لگالی وغیرہ وغیرہ تو اس پر کسی قسم کی جزا واجب نہیں ہوگی۔

تکلیف و پریشانی سے حفاظت کی دُعائیں

ہر تکلیف و پریشانی سے نجات کا وظیفہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص آیت الکرسی اور سورۃ الفاتحہ اور یہ آیت:

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

''حٰمٓ نازل شدہ ہے کتاب اس اللہ کی جانب سے جو غالب علم والا ہے، گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا، سخت گرفت کرنے والا بڑی قوت والا ہے، نہیں کوئی معبود اس کے سوا، اس کی طرف ٹھکانہ ہے''۔

پڑھ لے، شام تک وہ ناپسندیدہ اور تکلیف دہ اُمور سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لیا کرے گا صبح تک محفوظ رہے گا۔

مصائب سے حفاظت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے بعد ''قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' سات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اُسے مصائب اور برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ سورہ فاتحہ بھی ہے۔

مسلک الحرمین

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

مثلِ بو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہوجا رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ، تو ذرے سے بیاباں ہوجا نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کردے

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہوتو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

مردمِ چشمِ زمیں، یعنی وہ کالی دنیا وہ تمہارا شہدا پالنے والی دنیا
گرمیٔ مہر کی پروردہ، ہلالی دنیا عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کیلئے آگ ہے تکبیر تری تو مسلمان ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تالیفاتِ رحیمی ایک نظر میں

1) حقیقت شبِ براءت
2) تقریر حضرت جیؒ میدان عرفات میں
3) واتقوا النار
4) دین اہل دین سے آتا ہے
5) حج وزیارت کے چالیس نمبر
6) اذکارِ حدیث
7) امام اعظم، محدث اعظم
8) رکعاتِ تراویح
9) تحفۃ الحجاج (مختصر پمفلٹ)
10) محدث جنوب حیات وخدمات
11) وصیۃ السلوک
12) باطنی تزکیہ کی ضرورت واہمیت
13) صرف دنیوی تعلیم کافی نہیں
14) خطباتِ رحیمی جلد اوّل
15) خطباتِ رحیمی جلد دوّم
16) خطباتِ رحیمی جلد سوّم
17) تقاریر رمضان
18) کھلا دشمن اور اس کا توڑ
19) دین کے دس سبق
20) تین اہم نصیحتیں
21) رسالہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
22) آفتابِ حکمت
23) افاضاتِ رحیمی جلد اوّل
24) افاضاتِ رحیمی جلد دوّم (زیرِ طبع)
25) معارفِ دینیہ حصہ اول

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS
(Under Supervision of Raheemi Trust)
Beside: Masjid -e- Ashraf
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.
Vlr Dist. Tamil Nadu (India)   P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکر ان کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکر اور جدوجہد۔
۶	صحیح اسلامی عقائد اور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادار لڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امداد کرنا۔